اعجاز قرآن

سید حسنین عباس گردیزی

متعدد کتب کے مترجم ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیق کے میدان میں بھی اپنی شہ سواری کا مظاہرہ کر چکے ہیں ' زراعت میں انجینیرنگ کے بعد قران و حدیث کی فہم کا شوق و جذبہ انہیں درس نظامی کی طرف کھینچ کر لے گیا اور عالم اسلام کی مایہ ناز علمی شخصیات سے کسب فیض کیا ۔ قرآن کریم سے والہانہ لگاؤ کی وجہ سے آج کل " وحی کی حقیقت " کے موضوع پر پی ایچ ڈی کر رہے ہیں

اعجاز باب افعال سے مصدر ہے اس کے معنی دوسرے کو عاجز کرنے اور عاجز پانے کے ہیں ۔ شرعی اصطلاح میں معجزہ خارق عادت فعل ہے جو مدعی نبوت کے ہاتھوں اپنی نبوت کے ثبوت کے لیے انجام پاتا ہے اور اس میں مقابلے کی دعوت موجود ہوتی ہے ۔ جب مدعی نبوت اسے انجام دیتا ہے تو وہ اس کے دعویٰ کی گواہی ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے انجام دینے سے عاجز ہوتے ہیں ۔

ہر نبی نے اپنی نبوت کے ثبوت کے لیے معجزہ پیش کیا ۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی رسالت کے ثبوت کے لیے معجزات انجام دیئے ہیں ۔ یہ امر تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلم اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن مجید حضرت محمدؐ کا معجزہ ہے ۔ بہت سے علماء نے قرآن کے ساتھ دوسرے معجزات کا بھی اضافہ کیا ہے جو کہ راویان حدیث نے بیان کیے ہیں ۔ مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہونا آپؐ کی انگشتان مبارک سے پانی کا جاری ہونا ' تھوڑے طعام سے کثیر تعداد کا سیر ہونا ' آپؐ کے

ہاتھوں پر کنکریوں کا بولنا وغیرہ۔

اگر چہ یہ امور ثابت بھی ہو جائیں پھر بھی حضور اکرمؐ کی عظمت جو اللہ نے آپؐ کو عطا فرمائی ہے ' میں اضافے کا باعث نہیں بنتے اور قرآن حکیم سے ان امور کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ معجزات آپؐ کی تائید اور تکریم کے لیے ہوسکتے ہیں لیکن نبوت کے ثبوت کے لیے نہیں۔

قرآن نہ فقط نبی کریمؐ کی نبوت کی گواہی ہے بلکہ گذشتہ انبیاء کی صداقت کی بھی دلیل ہے۔

باقلانی کہتے ہیں " ہمارے نبی حضرت محمدؐ کی نبوت کی بنیاد قرآن کریم ہے اگر چہ دوسرے معجزات سے بھی آپکی تائید ہوئی ہے لیکن وہ معجزات خاص اوقات اور خاص احوال میں رونما ہوئے ہیں اور خاص لوگوں کے سامنے انجام پائے۔ ان میں سے بعض متواتراً نقل ہوئے ہیں جن کے وقوع کا یقین ہوتا ہے اور بعض کو خاص افراد نے نقل کیا ہے مگر حکایت یہ کی گئی ہے کہ انہیں بڑے اجتماع کے سامنے پیش کیا گیا ہے جنہوں نے اس کا مشاہدہ کیا۔ پس اگر امر خلاف واقع ہوتا تو وہ لوگ اس کا انکار کرتے۔ پس یہ بھی پہلے درجے کے معجزات قرار پائیں گے اگرچہ اصل نقل تواتر کی حد تک نہ پہنچا ہو۔ ان میں سے بعض معجزات کو آحاد نے نقل کیا ہے اور وہ آحاد ہی کے سامنے پیش آئے۔

لیکن قرآن کی دلالت معجزے کے عنوان سے عام ہے ' عالمی حیثیت رکھتی ہے جب تک دنیا باقی رہے گی ' اس کی دلالت قائم رہے گی۔ اپنے آغاز سے لے کر قیامت تک اس کی حجت کا لزوم ایک جیسا ہے۔ " (۱)

ابن خلدون لکھتے ہیں :

" و اعلم ان اعظم المعجزات ' و اشرفها ' و اوضحها دلالة "القرآن الکریم" المنزل علی نبینا محمدؐ " (۲)

آیۃ اللہ خوئی اپنی کتاب البیان فی تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں :

" و قد کانت للنبی معجزات اخری غیر القرآن ' کشق القمر ' و تکلم

الثعبان و تسبیح الحصی' و لکن القرآن اعظم هذه المعجزات شاناً' و اقومها بالحجة' لان العربی الجاهل بعلوم الطبیعة و اسرار التکوین' قد یشک فی هذه المعجزات' و ینسبها الی اسباب علمیة یجهلها۔ و اقرب هذه الاسباب الی ذهنه هو السحر فهو ینسبها الیه' و لکنه لا یشک فی بلاغة القرآن و اعجازه' لانه محیط بفنون البلاغه' و یدرک اسرارها علی ان تلک المعجزات الاخری موقتة لا یمکن لها البقاء۔ فسرعان ما تعود خبراً من الاخبار ینقله السابق للاحق' و ینفتح فیه باب التشکیک' اما القرآن فهو باق الی الابد' و اعجازه مستمر مع الاجیال۔ "(۳)

انہوں نے بھی اسی بات کو واضح کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے قطعی معجزہ قرآن مجید ہے اس کی عظمت بہت زیادہ ہے' اس کی حجت سب سے مستحکم ہے اور یہ اب تک اپنے اعجاز پر باقی ہے۔

انبیاء کی سرگذشت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے معجزات ان کے دور کے تقاضوں کے مطابق ہوتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معجزے کی پہچان اور معرفت اسی سے ملتی جلتی صنعت اور فن کے ماہرین ہی کرسکتے ہیں کیونکہ کسی بھی فن اور علم کے علماء اور ماہرین اس کی خصوصیات اور اصول اور قوانین سے دوسروں سے زیادہ آگاہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ معجزے اور غیر معجزے میں تمیز کرسکتے ہیں۔ معجزے سے مشابہ فن کے ماہرین معجزے کی تصدیق میں سبقت لیتے ہیں لیکن جاہل کے سامنے شک کا دروازہ کھلا رہتا ہے' جب تک وہ اس فن کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل نہیں کرلیتا۔ اس لیے حکمت الٰہی کا تقاضا یہی تھا کہ ہر نبی کا معجزہ اس کے زمانے میں معروف فن کے مشابہ ہونا چاہیے اور ایسے شعبے سے متعلق ہو جس سے اس دور کے زیادہ لوگ عالم و آگاہ ہوں کیونکہ کسی علم کے ماہر اس سے مربوط شئی کی جلدی تصدیق کرتے ہیں اور محکم دلیل کی بناء پر اسے قبول

کرتے ہیں یوں ان کا قبول کرنا دوسرے افراد کے لیے دلیل محکم بن جاتا ہے۔

پس حکمت خداوندی کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا کیا جائے کیونکہ ان کے دور میں جادو کا بازار گرم تھا اور مصر میں جادوگروں کی کثرت تھی۔ اسی وجہ سے فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں پر جو کچھ دیکھا فوراً اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے اور اس مسئلے میں انہوں نے فرعون سے اجازت لینا بھی ضروری نہ سمجھا اور انہوں نے فرعون کی دھمکیوں اور سزاؤں کی پروا نہ کی۔ (۴) چونکہ وہ بھان گئے تھے کہ جو کام حضرت موسیٰؑ نے انجام دیا ہے وہ جادوگری نہیں بلکہ معجزہ الٰہی ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں یونانی طب اپنے عروج پر تھی اور اس دور میں اطباء نے بڑے عجیب و غریب کمالات دکھائے تھے۔ جب حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے تو حکمت الٰہی کے تقاضے کے عین مطابق ' اسی طب کی دنیا سے مشابہ معجزات عطا کیے گئے۔ ان کے معجزات میں مردوں کو زندہ کرنا ' برص اور کوڑھ کے مریضوں کو شفاء دینا تھا تاکہ اس زمانے کے لوگ جان لیں کہ یہ قدرت بشر سے باہر ہے اور یہ علم طب کے اصول و قوانین کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس کا سرچشمہ ماوراء طبیعت ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم انسانیت کی رہبری کا منصب سونپا گیا یعنی رسالت پر مبعوث کیا گیا تو اس وقت اور اس سے پہلے عرب ' فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھے۔ انہیں ایسی طاقت لسانی حاصل تھی جس سے دوسرے خطوں کے انسان بے بہرہ تھے۔ برجستہ خطابت اور فی البدیہہ شعر گوئی کا انہیں ایسا ملکہ حاصل تھا کہ انسان پر حیرت و استعجاب کا عالم طاری ہوجاتا ہے۔ چمکتی ہوئی تلواروں اور ٹکراتے ہوئے نیزوں کے درمیان رجزیہ اشعار پڑھا کرتے۔ مدح کرنے پر آتے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے۔ مذمت کرنے پر آتے تو تحت الثریٰ تک پہنچا دیتے تھے۔ زبان آوری کی بدولت وہ جادو جگا دیتے تھے۔ دیرینہ بغض میں ہیجان برپا کردینا ' بزدل کو جری بنا دینا ' بخیل

کو سخاوت کی طرف مائل کر دینا ان کی زبان آوری کے معمولی کرشمے تھے۔ ان کا بدوی پر شوکت الفاظ کا دھنی اور ان کا شہری کمال بلاغت پر فائز تھا۔ وہ دوسروں کو اعجمی یعنی بے زبان کہتے تھے۔ ایسے ماحول اور حالات میں عربی زبان پر مشتمل اللہ تعالٰی نے یہ قرآن کا معجزہ عطا کیا۔ ایسا معجزہ جس کی آیات محکم اور کلمات متصل ہیں، جس کی فصاحت و بلاغت ان کی ہر گفتار پر غالب آئی جس کے ایجاز و اعجاز نے عربوں کے نامور فصحاء کو گنگ کر دیا، جس کے دامن میں حقیقت و مجاز کے شاہکار ہیں۔ جس کی سورتوں کے فواتح و خواتم کے محاسن کے نظیر نہیں پیش کی جاسکتی، جس کا حسن نظم، ایجاز کے باوجود نہایت معتدل رہا، جس کے منتخب الفاظ فوائد کی کثرت کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ قرآن کا اعجاز اس کا وہ اسلوب ہے جو کلام عرب کے اسالیب سے یکسر مختلف ہے۔ قرآن مجید نے نظم و نثر کے درمیان ایک ایسا پسندیدہ اور دلآویز اسلوب اختیار کیا، جو بلغائے عرب کے تخیل میں بھی نہ تھا۔

قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی دلیل اس کا مقابلے کا چیلنج ہے اور معجزے کے لیے مقابلے کی شرط کو اکثر محققین نے لازمی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی جن آیات میں مخالفین کو مقابلے کی دعوت دی گئی ہے انہیں "آیات تحدی" کہا جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر آنحضرت ﷺ کی طرف سے لوگوں کو مختلف انداز سے دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم اس کتاب میں شک کرتے ہو تو تم بھی ایسی کوئی کتاب بنا لاؤ۔ اتفاق سے کچھ مشرکین یہ باتیں کرتے تھے کہ یہ کونسی نئی بات ہے ہم بھی ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔ اسی بات کی حکایت قرآن مجید میں ہوئی ہے:

"و اذا تتلٰی علیھم آیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین" (۵)

جب ان پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو اگلے لوگوں کے افسانوں کے سوا کچھ نہیں۔

مشرکین کی انہی باتوں کے جواب کے لیے قرآن میں چند مقامات پر مقابلے کا چیلنج موجود ہے اور یہ تحدی چند صورتوں میں بیان ہوئی ہے۔

پہلی صورت میں قرآن مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے بیان فرماتا ہے:

"قل لئن اجتمعت الانس و الجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیراً" (۶)

کہہ دو اگر انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو اس کی مثل نہیں لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔

یہ آیت پوری صراحت کے ساتھ پورے عالم کو چیلنج کرتی ہے۔ سب لوگ چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے، عرب ہوں یا غیر عرب حتیٰ کہ انسان یا غیر انسان ذوی العقول موجودات، علماء، فلاسفہ، ادباء مورخین نوابغ یا غیر نوابغ۔ غرض یہ کہ قرآن بلا استثناء سب کو مقابلے کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تمہارا خیال ہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے اور انسانی دماغ کی ایجاد ہے تو تم بھی انسان ہو، اس کی مثل لے آؤ اور اگر مشترکہ کاوش کے باوجود اپنے آپ کو ناتواں پاؤ تو یہ اعجاز قرآن کی بہترین دلیل ہے۔

اس آیت میں پورے قرآن کی مثل لانے کی دعوت ہے جو ہر لحاظ سے مثل ، مشابہ ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے، مضامین و مفاہیم کے لحاظ سے انسان سازی کے حوالے سے، علمی مباحث کے پہلو سے، حیات بخش معاشرتی قانون کے لحاظ سے، خرافات سے پاک تاریخ کے اعتبار سے، پیش گوئیوں کے لحاظ سے اور دیگر تمام پہلوؤں کے اعتبار سے، اس کی مثل ہو۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین" (۷)

اگر تم سچے ہو تو اس جیسا کلام لے آؤ۔

اس آیت مجیدہ میں بھی پورے قرآن کی مثل لانے کا چیلنج کیا گیا ہے۔

دوسری صورت میں قرآن کی دس سورتوں کی مثل لانے کی دعوت دی ہے۔

قرآن سورہ ہود میں فرماتا ہے:

"ام یقولون افترٰہ قل فاتو بعشر سور مثلہ مفتریٰت و ادعوا من استطعتم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین" (۸)

بلکہ وہ کہتے ہیں یہ (قرآن کی) جھوٹی نسبت (خدا کی طرف) دیتا ہے۔ ان سے کہہ دو اگر سچ کہتے ہو تو تم بھی ان جیسی چھوٹی موٹی ہی دس سورتیں لے آؤ اور (بجز خدا) اپنی حسب استطاعت تمام لوگوں کو دعوت دو۔

بعد والی آیت میں فرماتا ہے:

"فان لّم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللّٰہ و ان لا الہ الا ھو فھل انتم مسلمون"

اور اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو جان لو کہ (یہ کلام) علم الٰہی کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کیا ان حالات میں سر تسلیم خم کرو گے؟ (۹)

مندرجہ بالا آیات میں دوبارہ اعجاز قرآن کے بارے میں تاکید کی گئی ہے کہ یہ کوئی عام سی گفتگو نہیں ہے اور نہ ہی یہ انسانی ذھن کی اختراع ہے بلکہ آسمانی وحی ہے جس کا سرچشمہ خدا کا بے پایاں اور لا متناہی علم اور قدرت ہے۔ اسی بنا پر پوری دنیا کو چیلنج کیا گیا ہے اور مقابلے کی دعوت دی گئی ہے اور اس طرف توجہ کرتے ہوئے کہ رسول اللہ کے ہم عصر بلکہ وہ قومیں جو دیگر تمام تر مشکلات تو جھیلنے کو تیار ہیں لیکن آیات قرآن کا مقابلہ کرنے کی طرف نہیں آتیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا کام انسان کے بس میں نہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے۔ تو کیا معجزہ اس کے علاوہ کسی چیز کا نام ہے۔

تیسری صورت میں تحدی صرف ایک سورہ لانے پر کی گئی ہے۔

قرآن مجید پورے قرآن کی مثل لانے کی بجائے ' دس سورتیں لانے کی بجائے قرآن کی طرح صرف ایک سورہ لانے کا چیلنج دیتے ہوئے فرماتا ہے:

"ام یقولون افتراہُ قل فاتوا بسورۃ مثلہ و ادعوا من استطعتم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین" (۱۰)

وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو خدا کی طرف نسبت دی ہے۔ کہہ دو کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور خدا کے علاوہ جسے چاہتے ہو بلا لو۔

یہ آیت بھی دیگر آیات کی مانند صراحت سے اعجاز قرآن کا ذکر کرتی ہے اس آیت میں نہ صرف سارے قرآن کے اعجاز کا ذکر ہے بلکہ یہاں تک کے ایک سورت کے اعجاز کو بیان کیا گیا ہے اور بلا استثناء تمام عالمین کو دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم یہ نظریہ رکھتے ہو کہ یہ آیات خدا کی طرف سے نہیں ہیں تو اس قرآن کی مانند کم از کم اس کی ایک سورت کی مثل تم بھی آیات لے آؤ۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں ' قرآن مجید نے ایک جگہ مخالفین کو قرآن کی مثل لانے کی دعوت دی ہے (بنی اسرائیل ـــ ۸۸) دوسرے مقام پر قرآن مجید جیسی دس سورتیں لانے کے لیے کہا (ہود ـــ ۱۳) اور تیسری جگہ پر قرآن مجید کی ایک سورت جیسی سورت لانے کا کہا ہے (جیسا کہ موخر الذکر آیت میں بیان ہوا اور سورہ بقرہ ـــ ۲۳) یہ امر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ قرآن کا جزو اور کل سب معجزہ ہے۔ نیز چونکہ کسی معین سورہ کا ذکر نہیں ہوا لہذا قرآن کی ہر سورت کے مقابلے کی دعوت اس میں شامل ہے۔

آخری مرتبہ قرآن مجید سورہ بقرہ میں یوں اظہار تحدی کرتا ہے:

"و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ و ادعوا شھداء کم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین ہ فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا

النار التی وقودھا الناس و الحجارۃ اعدت للکافرین" (۱۱)

اگر تمہیں اس چیز کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے کوئی شک و شبہ ہے تو ایک سورہ اس کی مثل لے آؤ اور خدا کو چھوڑ کر اپنے گواہوں کو بھی اس کام کی دعوت دو۔ اگر تم سچے ہو۔ اگر یہ کام تم نے نہ کیا اور کبھی کر بھی نہ سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسانوں کے بدن اور پتھر ہیں یہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اس آیت میں مخالفین قرآن کو نہ صرف مقابلے کی دعوت دی گئی ہے بلکہ مختلف طریقوں سے اس کام کی تحریک اور تشویق کی گئی ہے بالفاظ دیگر انہیں اس کام کرنے کی غیرت دلائی ہے تاکہ وہ پوری طاقت استعمال کریں اور جو کچھ ان کے بس میں ہو وہ کریں۔ اس طرح جب ان کی عجز و ناتوانی ثابت ہو جائے گی تو وہ جان لیں گے کہ جس چیز کے وہ مد مقابل ہیں وہ کار بشر نہیں بلکہ خدائی ہے لہٰذا بعد والی آیت میں مختلف تعبیروں سے اسے بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے " اگر تم اس کام کو انجام نہ دے سکو اور ہرگز نہ دے سکو گے لہٰذا اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن بے ایمان آمیوں کے بدن اور پتھر ہیں۔"

مذکورہ آیات میں عرب کے ان فصحاء و بلغاء اور مایہ ناز شعراء اور خطبا کو مقابلے کی دعوت دی گئی ہے۔ جن کا بچہ بچہ شعرگوئی اور گہوارہ فصاحت ہی میں تربیت پاتا تھا۔ وہ قوم جب ہرچند کوشش اور طرح طرح کی تدبیروں کے باوجود بھی قرآن کی مانند کوئی مختصر سا کلام بھی بنا سکنے سے عاجز رہی تو عقلاً یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قرآن اللہ کی طرف سے معجزہ یعنی دلیل نبوت ہے اور دنیا کو اس نے اپنے مقابلے سے عاجز کردیا ہے۔ اگر ادنیٰ امکان بھی ہوتا تو وہ لوگ جو اسلام دشمنی اور حضورؐ سے غایت درجہ عناد رکھنے کی وجہ سے پیچھے ہٹنے والے نہ تھے لیکن ہرچند جدوجہد اور اپنی امکانی کوششوں سے تھک چکنے کے بعد انہوں نے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ پایا کہ مہمل اور بے معنی اعتراضات کرنے لگیں۔ کبھی کہتے قرآن کہانت ہے اور کبھی آپؐ کی طرف جنون کی نسبت

دیتے ' کبھی کہتے کہ شعر ہے ۔ جب یہ سب باتیں خود ان ہی کو لغو اور بے معنی محسوس ہوتیں تو کہنے لگتے کہ سحر اور جادو ہے ۔

علامہ سیوطی نے الاتقان میں حاکم سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ " ولید بن مغیرہ جو حسن تدبیر کے باعث عربوں میں شہرت رکھتا تھا اور زمانہ جاہلیت میں حل مشکلات کے لیے اس کے فکر و تدبر سے استفادہ کیا جاتا تھا اسی لیے اسے ریحانہ قریش کہا جاتا تھا ' ایک دن آنحضرتؐ کے پاس آیا ۔ آپؐ نے قرآن کی آیات تلاوت کیں اس پر رقت طاری ہوگئی ۔ جب ابو جہل تک یہ خبر پہنچی تو وہ ولید کے پاس آیا اور کہا کہ اے چچا کے بیٹے ! تیری قوم تجھے دینے کے لیے مال جمع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے

اس نے جواب دیا کہ قریش جانتے ہیں کہ میں ان سب میں سے زیادہ مالدار ہوں ۔ ابو جہل نے کہا تو پھر ایسی بات کر جس سے تیری قوم سمجھ جائے کہ تو اسے ناپسند کرتا ہے اس نے قسم کھا کر کہا کہ مجھ سے زیادہ کون شعر گوئی سے واقف ہے میں شعر کی تمام قسموں سے سب سے زیادہ آگاہ ہوں ' میں کاہنوں کے کلام کو بھی بخوبی جانتا ہوں ۔ واللہ محمدؐ کا کلام ان میں سے کسی کے بھی مشابہ نہیں ہے ۔ اس کے کلام میں عجیب حلاوت اور شیرینی ہے اس پر عجیب قسم کی رونق ہے اس کی جڑ نہایت تر و تازہ اور مضبوط بنیاد پر استوار ہے اس کا اوپر کا حصہ پھلدار ہے ۔ یہ ایسی گفتگو ہے جو ہر ایک پر غالب ہے اور کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا ۔ ابو جہل نے کہا قوم تجھ سے ہرگز راضی نہ ہوگی جب تک تم اس کے رد میں کچھ نہ کہو ۔ اس نے جواب دیا مجھے غور کرنے کی مہلت دو ۔ تو غور و فکر کے بعد اس نے یہ کہا کہ میرے نزدیک سب سے بہتر اور مناسب یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ کہو کہ یہ شخص ساحر ہے اور اس کا کلام سحر ہے کیونکہ سحر میں تاثیر ہوتی ہے اور سحر کا خاصہ ہے میاں بیوی میں تفریق ڈالنا اور اس کا کلام ایسا ہی ہے کہ میاں بیوی ' باپ بیٹے ' بھائی بھائی ' اور قبیلہ اور کنبہ میں تفریق ڈالتا ہے ۔ "

گویا انہوں نے نبی کریمؐ اور قرآن سے لوگوں کو برگشتہ بنانے کے واسطے اس پروپیگنڈے کو زیادہ

بہتر اور اپنے زعم میں کامیاب سمجھا کہ قرآن کو سحر کہا جائے تاکہ اس کی روحانی تاثیر کو محسوس کرنے کی صورت میں لوگوں کے اذہان و خیال بسہولت روحانی اور غیبی تاثیر ہٹا کر جادو کی تاثیر کی طرف منتقل کردیں لیکن مشرکین کی یہ تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی بلکہ اس کے بعد اطراف و اکناف سے آنے والوں پر آنحضرتؐ اور قرآن کی حقانیت بخوبی واضح ہوگئی۔

یہ کیسے معلوم ہوا کہ قرآن کی مثل نہ لائی جاسکی؟

تاریخ اسلام پر غور کرنے سے اس سوال کا جواب واضح ہو جاتا ہے کیونکہ اسلامی ممالک کے اندر رسول اکرمؐ کے زمانے میں اور آپؐ کے بعد یہاں تک کہ خود مکہ اور مدینہ میں کٹر اور متعصب عیسائی اور یہودی بستے تھے خود مسلمانوں میں بھی ایک "مسلمان نما" گروہ موجود تھا۔ قرآن نے ان کا نام منافق رکھا ہے ان کے ذمے مسلمانوں کے جاسوس کا رول ادا کرنا تھا جیسے ابو عامر راہب اور مدینہ میں اس کے منافق ساتھی جن کے سلطنت روم سے مخصوص روابط کا تاریخ میں تذکرہ موجود ہے۔ مدینہ میں مسجد ضرار انہی لوگوں نے بنائی تھی جہاں سے وہ عجیب سازش وقوع پذیر ہوئی جس کا قرآن نے سورہ توبہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ منافقین کا یہ گروہ اور وہ متعصب اور کٹر دشمن گہری نظر سے مسلمانوں کے حالات کی تاک میں رہتے تھے اور وہ ہر چیز جو مسلمانوں کے لیے نقصان کا باعث ہوتی اسے خوش آمدید کہتے تھے۔ اگر ان لوگوں کو اس قسم کی کتاب مل جاتی تو وہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اس کی ہر ممکن نشر و اشاعت کرتے یا کم از کم اس کی حفاظت و نگہداشت کی کوشش کرتے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ افراد جن کے متعلق نہایت کم احتمال ہے کہ وہ بھی قرآن کے مقابلے میں کھڑے ہوئے۔ تاریخ نے ان کے نام ریکارڈ کیے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

عبد اللّٰہ بن مقفع: اس نے اسی مقصد کے لیے کتاب "الدرة الیتیمة" تصنیف کی۔ یہ کتاب ابھی موجود ہے اور کئی مرتبہ طبع ہوچکی ہے۔ اس کتاب میں اس بات کا چھوٹے سے چھوٹا

اشارہ بھی نہیں کہ یہ قرآن کے مقابلے میں لکھی گئی ہے اس کے باوجود ہم نہیں جانتے کہ اس کی طرف یہ نسبت کیوں دی گئی ہے۔

متبنی احمد بن حسین کوفی: یہ شاعر تھا۔ اس کا نام بھی اس زمرے میں آتا ہے کہ اس نے دعوئ نبوت کیا تھا۔ جب کہ بہت سے قرائن نشاندہی کرتے ہیں کہ گھریلو ناکامیوں اور جاہ طلبی کی خواہش کے پیش نظر اس نے بلند پروازی کا یہ پروگرام بنایا تھا۔

ابو العلاء مصری: اس کا نام بھی اس امر میں داخل ہے اگر چہ اسلام کے بارے میں اس سے منسوب سخت باتیں بیان کی گئی ہیں۔ لیکن وہ قرآن کے مقابلے کا ارادہ کبھی بھی نہ رکھتا تھا بلکہ اس نے قرآن کی عظمت کے متعلق بہت عمدہ جملے کہے ہیں۔

مسیلمہ کذاب: یہ یمامہ کا رہنے والا تھا اور یقیناً ان اشخاص میں سے ہے جو قرآن کے مقابلے میں کھڑے ہوئے اور بقول اس کے کچھ آیات لایا جن میں تفریح طبع کا پہلو زیادہ ہے۔ حرج نہیں کہ ان میں سے چند جملے ہم یہاں نقل کر دیں:

(۱)" والمبذرات بذراً والحاصدات حصداً والذاریات قمحاً والطاحنات طحنا والعاجنات عجنا والخابزات خبزاً والثاردات ثرداً واللاقمات لقما اھالة و سمناً"

یعنی۔ قسم ہے کسانوں کی۔ قسم ہے بیج ڈالنے والوں کی اور قسم ہے گھاس کو گندم سے جدا کرنے والوں کی اور قسم ہے گندم کو گھاس سے الگ کرنے والوں کی۔ قسم ہے آٹا گوندھنے والیوں کی اور قسم ہے روٹی پکانے والوں کی اور قسم ہے ترید بنانے والوں کی اور قسم ہے ان کی جو چرب و نرم لقمہ اٹھاتے ہیں۔

(۲)" یا ضفدع بنت ضفدع نقی ما تنقین نصفک فی الماء و نصفک فی الطین لا الماء تکدرین و لا الشارب تمنعین"